کن فیکون ...ایک تجزیاتی مطالعہ

خورشید اقبال

''کن فیکون''،مثنوی کی ہیت میں کہی گئی ایک طویل نظم ہے جس میں کم وبیش دس ہزار اشعار شامل ہیں۔مثنوی آج بھلے ہی ایک متروک صنف ہو کر رہ گئی ہو لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ ایک زمانے میں یہ اردو کی چار اہم ترین اصناف میں سے ایک مانی جاتی رہی ہے کیونکہ یہی وہ واحد صنف ہے جس میں طویل موضوعات اور قصوں کو نظم کے سانچے میں ڈھالنے کی پوری صلاحیت موجود ہے۔مثنوی میں عام طور سے ایسی داستانیں نظم کی جاتی رہی ہیں جو عشق کے جذبے پر مبنی ہوں جیسے 'زہرِ عشق'، 'دریائے عشق' اور 'سحرالبیان' وغیرہ۔لیکن کچھ شعرأ نے مثنوی کا استعمال تفکیر ی مضامین کے لئے بھی کیا ہے جیسے عبدالمجید شمس عظیم آبادی کی مثنوی ''حیات وکائنات''۔مثنوی کی انہیں خصوصیات کی بنا پر اسلم بدر نے ''کن فیکون'' کی تخلیق کے لئے بھی مثنوی کا انتخاب کیا۔خود ان کے الفاظ میں :

> ''قصیدہ اور مرثیہ کی موضوعاتی یک آہنگیوں پر غور کیا تو مایوسی ہوئی ،لیکن مثنوی کے امکانات میں حیات وکائنات کے تخلیقی طریے کو قلم بند کرنے کا مکمل خاکہ خود بخود تیار ہونے لگا۔''

اردو اور فارسی میں مثنوی کے لئے آٹھ بحریں مخصوص ہیں اور مثنوی کے لئے عموماً ان میں سے کسی ایک بحر کا انتخاب کر لیا جاتا ہے۔اسلم بدر نے اس روایت سے بغاوت کرتے ہوئے اپنی اس مثنوی میں پانچ الگ الگ بحروں کا استعمال کر کے اس Monotonous ہونے سے بچا لیا ہے اور مثنوی کے مختلف ابواب میں رنگا رنگی پیدا کر دی ہے جس کی وجہ ''کن فیکون'' کا مطالعہ قاری کو تھکاتا نہیں ہے۔بقول شاعر :

> یہ پانچ بحریں پانچ مختلف ساز (یا ایک ہی ساز کے پانچ مختلف تار) ہیں جنہیں الگ الگ چھیڑئے تو جدا جدا Notes کی لہریں ابھریں گی لیکن جب یہ ہم آہنگ ہو کر ایک ساتھ بج اٹھیں گے تو ایک مکمل راگ یا ایک طویل Symphony فضائے ذہن میں تیرنے لگے گی۔

ڈاکٹر کرامت علی کرامت کے مطابق '' [شاعر نے] نہ صرف یہ کہ مختلف ابواب کے تحت مختلف بحروں کا استعمال کیا ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ شاعر نے ابواب کی ضرورت کے مطابق ہی بحروں کا تعین کیا ہے''

مثنوی لکھنے کے کچھ آداب مقرر ہیں جن کے بغیر مثنوی نامکمل ہوتی ہے۔مثنوی کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے حمد لکھی جائے اس کے بعد اپنے اصل مدعا کے بیان کے لئے ایک تمہید قائم کی جائے ،پھر مدعا بیان کیا جائے اور آخر میں مثنوی کا خاتمہ کسی نصیحت آموز مضمون پر کیا جائے۔اسلم بدر نے ''کن فیکون''میں مثنوی کے آداب کا پورا پورا خیال رکھا ہے۔اس کی شروعات حمد پاک سے ہوتی ہے جس میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کو بڑی خوبصورتی سے مثنوی کے سانچے میں ڈھالا ہے۔پھر مناجات کی صورت میں ربِ کائنات کی بارگاہ میں اپنے عجز بیان کا اظہار کرتے ہوئے مدد کے طالب ہوتے ہیں :

تو نے ہی قلم مجھے دیا ہے | یارائے رقم مجھے دیا ہے
اب تو ہی قلم کو دے روانی | کرتا رہے تیری مدح خوانی
لکھوں زورِ بیاں تو دے | میری چپ کو زبان تو دے

حمد ومناجات کے بعد انہوں نے آقائے دو جہاںؐ کے حضور میں نعت پاک کا ہدیہ پیش کیا ہے۔

میں اور نعت محمد ﷺ | میں سرحدوں میں مقید
مری حدوں سے پرے وہ | قدم فلک پہ دھرے وہ
میں اک زمین مقامی | صفات ذات گرامی
کروں بیان تو کیسے | کھلے زبان تو کیسے

حمد ونعت کے بعد اب مثنوی کا دوسرا حصہ شروع ہوتا ہے یعنی اصل مدعا کی تمہید۔ یہ حصہ دو بابوں پر مشتمل ہے۔ پہلا باب ہے ''جستجوئے حق'' جس میں انہوں نے ان تمام سوالات کی فہرست بنائی ہے جن پر انہیں باقی پوری کتاب میں بحث کرنی ہے۔ ''کن فیکون'' میں جن باتوں کو موضوع بحث بنایا گیا ہے وہ ہیں خالقِ کائنات کا وجود اور کائنات کی ابتدا اور ارتقا۔۔۔ انسان نے جب اس روئے زمین پر ہوش سنبھالا اسے اپنے ذہن میں بے شمار سوالات کلبلاتے ہوئے محسوس ہوئے۔ یہ کائنات کیا ہے؟ اسے کس نے بنایا اور کیوں؟ خود خالقِ کائنات کیسے وجود میں آیا؟ یہ کائنات کتنی وسیع ہے؟ اس کائنات کے پرے کیا ہے؟ ستاروں میں چمک کیوں ہے؟ سورج کہاں سے طلوع ہوتا ہے اور کہاں جا چھپتا ہے؟ چاند شکلیں کیوں بدلتا ہے؟ جاندار کیسے پیدا ہوئے؟ جانداروں کا ارتقا کیسے ہوا؟ انسان کا وجود کیسے عمل میں آیا؟ وغیرہ۔ یہ سوالات اتنے مشکل ہیں کہ انسان ہزاروں برسوں سے ان میں الجھا ہوا ہے۔

الجھتے ہیں ارض و سماوات سے | ہیں انجان خود اپنی ہی ذات سے

ان کے جوابات کی تلاش میں مختلف دور میں لوگوں نے عقلی گھوڑے دوڑائے اور اپنے طور پر انہیں حل کرنے کی کوششیں کیں۔ نتیجہ مختلف مذاہب اور فلسفوں کی صورت میں آج ہمارے سامنے ہے۔ لیکن اسلم بدر کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ ان سوالات کو حل کر پانا اللہ تعالیٰ کی رشد و ہدایت کے بغیر ناممکن ہے۔ اس لئے وہ سوالات کی فہرست بنا لینے کے بعد خدا کے حضور میں نہائت عاجزی کے ساتھ عرض کرتے ہیں:

خدایا ! مجھے ایسی پہچان دے | مجھے ایسی تعلیم قرآن دے
کہ کھل جائیں رشد و ہدایت کے در | نظاروں سے ہو جائے روشن نظر
تمیز ایسی دے میرے ادراک کو | سمجھنے لگے ارض و افلاک کو

تمہید کا دوسرا باب ہے ''علم اور ضرورت علم''۔۔۔ ظاہر ہے کہ علم ہی کائنات کے تمام رازوں کی کنجی ہے جسے خالق کائنات نے ہم انسانوں کو بخشی ہے۔ اس کنجی سے ہم کائنات کے سربستہ رازوں سے پردے ہٹا سکتے ہیں سچائیوں کی تلاش کر سکتے ہیں۔

یہ ایک طویل اور مکمل نظم ہے جس میں علم کی تعریف، علم کی اہمیت، معروف فلسفیوں اور علماء کی خدمات اور علم کے مثبت ومنفی استعمال کے اثرات ، سب کا احاطہ کیا گیا ہے۔ مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی عار نہیں ہے کہ میں نے اس موضوع پر اس سے بہتر نظم آج تک نہیں پڑھی۔

علم مومن نہ علم کافر ہے | علم انسانیت کا زیور ہے
اس لئے خوش نصیب انسانو | اے عجیب و غریب انسانو
علم سیکھو کہ رسم و راہ بڑھے | وسعتِ دل حدِ نگاہ بڑھے

تمہید کے ان دو ابواب کے بعد مثنوی کا اصل موضوع شروع ہوتا ہے وہی سوالات جن کی فہرست تمہید میں بنائی گئی تھی اب ان کے جوابات کی تلاش میں مختلف مذاہب اور مکتبۂ فکر کے لوگوں کے خیالات کو مختلف ابواب میں نظم کیا گیا ہے۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اسلم بدر نے ''کن فیکون'' میں تخلیق، پیدائش، نشو ونما اور ان تصورات سے وابستہ دوسرے موضوعات جیسے زمان و مکان وغیرہ کو نہ صرف سائنسی نقطۂ نظر سے بلکہ قدیم روایات کے پس منظر میں دیکھنے اور دکھانے کی کوشش کی ہے۔اور اس احتیاط کو ملحوظ رکھا ہے کہ قدیم عقائد اور نظریات کو بلا امتیاز و ترجیح پیش کر دیا جائے۔

سائنس کے طالب علم اور پیشے سے انجنیر رہ چکے اسلم بدر ہر بات کو سائنسی حقائق کی روشنی میں دیکھنے اور پرکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ حیات و کائنات سے متعلق ان سوالات کو سمجھنے کی خواہش ہی تھی جس نے آخر کار ''کن فیکون'' کی شکل اختیار کر لی۔خود ان کے الفاظ میں:

> ''میرے اندر حیات و کائنات کی علت غائی کو جاننے اور سمجھنے کی طفلانہ آرزو کب سے مچل رہی تھی یقینی طور پر مجھے بھی معلوم نہیں، اب صرف اتنا یاد ہے کہ نوجوانی کے دنوں میں شعر گوئی اور سخن شناسی کے دور سے گذرتے ہوئے یہ کرید سائنس کی طالب علمی کے زیر سایہ پروان چڑھتی رہی۔وقت گزرا تو سب کچھ تغزل کے دھندلکے میں کہیں کھو گیا۔زندگی کی آپا دھاپی اور گردشِ ماہ و سال کی سفاکی نے جدیدیت، رومانیت اور روایت (اپنے وسیع تر مفہوم میں) کے دائروں اور تساہل پسندانہ سخن پروری کے حدود سے نکلنے کی مہلت نہیں دی، تاہم وہ طفلانہ تجسس جب چار دہائیوں تک جوان ہوتا رہا تو ایک دن معاً یہ خیال ذہن میں ابھرا کہ کیوں نہ قدیم اصنافِ سخن کو جدید موضوعات پر آزمایا جائے۔''

اس طویل مثنوی میں حیات و کائنات کو دنیا کے تقریباً تمام اہم مذاہب اور فلسفوں کی روشنی میں سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔اس قسم کی مثنوی کی تخلیق کے لئے ایک تو موضوع سے متعلق شاعر کا اپنا concept بالکل clear ہونا چاہئے۔یعنی وہ جس مذہب یا فلسفے پر قلم اٹھا رہا ہے اس کا نظریہ، اس کی خوبیاں اور اس کی خامیاں شاعر کے ذہن میں بالکل واضح ہونی چاہئیں۔دوسرے شاعر کا قادر الکلام ہونا بھی نہایت ہی ضروری ہے تاکہ وہ اس مذہب یا فلسفے کے بنیادی خیالات کو صرف چند اشعار میں اس طرح بیان کر سکے کہ قاری تک بات پہونچ جائے اور قاری صرف ان اشعار کی بدولت نظریے کی تہہ تک پہونچ جائے۔محاورے کی زبان میں اسی کو 'دریا کو کوزے میں بند کرنا' کہتے ہیں۔

اسلم بدر میں یہ دونوں خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہیں۔''کن فیکون'' پر ایک نظر ڈالتے ہی اس بات کا اندازہ اچھی طرح ہو جاتا ہے کہ ان کا مطالعہ بے حد وسیع ہے۔انہوں نے ایک طرف اسلام، ہندوازم، بدھ ازم، جین ازم، زرتشتیت، عیسائیت، یہودیت، شنٹوازم، تاؤازم وغیرہ مذاہب کا گہرا مطالعہ کر رکھا ہے تو دوسری طرف دنیا کے تمام قدیم و جدید فلسفے انہیں ازبر ہیں۔سقراط، افلاطون، زینو، فیثا غورث، ارسطو، فلاطینوس، اپی کیورس، ہیوم، کانٹ، سارترے، مارکس، ہائمن، ہیگل، نطشے، کرکگارو، مرسل، نیوٹن، گلیلیو، ڈیکارٹس، نیوٹن، آئنسٹائن، ابن سینا اور امام غزالی جیسے فلسفیوں کو پڑھنا اور سمجھنا ہی بڑی بات ہے چہ جائیکہ ان کے خیالات کو چند اشعار کے سانچے میں ڈھالنا...اور یہیں قاری کو اسلم بدر کی قادر الکلامی کا قائل ہونا پڑتا ہے۔یہ وہ مقام ہے جہاں اچھے اچھوں کے پر جلتے ہیں۔لیکن اسلم بدر اس آسانی کے ساتھ یہاں سے گزرتے ہیں کہ بے ساختہ ہونٹوں سے واہ نکل جاتی ہے۔

حیات و کائنات کے اسرار کی تلاش میں اسلم بدر سب سے پہلے مختلف مذاہب کی تہہ میں جھانکنے کی کوشش کرتے ہیں۔دین کیا ہے اور اس کا وجود کیاں اور کیسے عمل میں آیا؟ دنیا میں اس قدر مذاہب کیوں ہیں؟ وغیرہ

کس طرح دین کے چراغ جلے
کس طرح دل میں اس کے داغ جلے
کیا ہے اس داستان کا عنوان
مدتوں سوچتا رہا انسان
سوچ کے بیچ سے بنے جنگل
اختلافات کے گھنے جنگل

ہندومت ہندوستان کا قدیم ترین مذہب ہے۔ یہ مذہب جتنا پرانا ہے اتنا ہی پیچیدہ بھی۔ اس کے نظریات اس قدر مختلف اور آپس میں الجھے ہوئے ہیں کہ انہیں چند اشعار میں بیان کرنا تقریباً ناممکن ہے۔لیکن یہ اسلم بدر کے گہرے مطالعے اور ان کی قادرالکلامی کا کمال ہے کہ انہوں نے ایسا کر دکھایا ہے۔

ہے دشوار تشریحِ دینِ ہنود
یہ ہے اک قدیمی طلسمی وجود
عقیدوں رواجوں کا جمِ غفیر
روایات کا اجتماعِ کثیر

انہوں نے ہندو مذہب کی رو سے تخلیقِ کائنات کو چار پہلوؤں سے اجاگر کیا ہے۔ رگ وید، پران، منوسمرتی اور گیتا۔ ان میں سے رگ وید، جو قدیم آریاؤں کی مذہبی کتاب تھی، پیام توحید سے لبریز ہے۔ رگ وید کے مطابق کائنات کے وجود سے پہلے صرف اور صرف خدا کی ذات تھی۔ خدا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ تخلیق کائنات کا خیال جب خدا کو آیا تو اس نے اسے پیدا فرما دیا۔مگر یہ سب کیسے ہوا کسی کو نہیں معلوم۔ کائنات کی ہر شے میں بس اسی کا نور ہے۔

مگر وہ جو رہتا ہے آکاش میں
وہی گم ہے جو اپنے پرکاش میں
وہی جس نے سب کچھ دیا بے طلب
اسی کی ہی قدرت کے ہیں کھیل سب
وہی سورج اور چاند تاروں میں ہے
وہی ایک سارے نظاروں میں ہے

یہی حال گیتا کا ہے جو ہمہ اوست کی تعلیم دیتا ہے۔ حالانکہ یہاں خدا کے وجود کو کرشن کی صورت میں پیش کیا گیا ہے لیکن باتیں وہی ہمہ اوست والی ہیں۔ کرشن کہتے ہیں:

سنو، میں ہی لمحات کا کارواں
سنو، میرے اندر ہیں دونوں جہاں
سنو، میں ہی اگنی ہوں، وایو بھی ہوں
سنو، میں ہی دھرتی کی خوشبو بھی ہوں
مجھی میں ہیں یہ آسمان و زمیں
کہ میرے سوا اور کچھ بھی نہیں

لیکن ہندو مائتھالوجی کی دوسری کتابیں مثلاً بھگوت پران، شیو پران، وشنو پران، برہما پران ور منوسمرتی میں سوائے دیومالائی قصوں کے اور کچھ نہیں:

پرانوں کی یہ دیو مالائیت
حقیقت کی یہ داستانی جہت
پراسرار قصے طلسمی خیال
ہوئی جستجوئے صداقت محال
انہیں الجھنوں میں سفر کھو گیا
ہوئی خم بہ خم راہ، گھر کھو گیا

ہندوستان میں ہندومت کے بعد آنے والا دوسرا بڑا مذہب بدھ مت تھا۔ گوتم بدھ کے زمانے میں اس مذہب کی جو بھی شکل ہو لیکن آج یہ مذہب کچھ عجیب گنجلک سے نظریات کا مجموعہ ہے۔ ایک جماعت خدا کو خالق و معبود ماننے سے انکار کرتی ہے تو دوسری جماعت بدھ کو ہی خدا کے درجے پر فائز کر دیتی ہے۔ اس مذہب میں سب سے اہم چیز نروان ہے، جس کی تلاش میں اس کا ہر پیرو سرگرداں رہتا ہے۔

ہے نروان ہی زیست بعدِ ممات
اسی میں ہے مضمر خدائی صفات
تغیّر ہے نہ اس میں ردوبدل
خدا کا ہے نروان نعم البدل

جین مت نے سیدھے خدا کی خلاقیت سے ہی انکار کر دیا۔ان کے مطابق یہ کائنات ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔آتمائیں جو اجسام میں اسیر ہیں، اپنے نیک اعمال کی وجہ سے جب مکت ہو جاتی ہیں نو نئے جگت میں ان کو پرماتما (خدا) کا درجہ مل جاتا ہے۔

ازل سے ہیں یہ آسمان و زمیں　　یہ کوئی خدائی کرشمہ نہیں
خدا کا تصور ہے محض ایک ذات　　نہیں جس میں کوئی خدائی صفات

....

تمام آتما جن کو مکتی ملی　　وہ پرماتما ہیں خدا ہیں وہی

زرتشیت کے مطابق خدا اور شیطان دونوں ہی ازل سے ہیں۔آہورامزدا خیر کا پیکر ہے، جو افلاک کا مقیم ہے اور اہرمن شر کا، جو زیرزمین تاریک وادیوں کا باسی ہے اور ان دونوں کے درمیان کشمکش روز ازل سے ہی چلی آ رہی ہے۔اس مذہب کے مطابق انسان کی اصل نباتاتی ہے۔انسان کا پہلا جوڑہ میشٓی اور مشیآن ایک درخت میں پھل گئے تھے اور ان کی ہی نسل سے دنیا کے سارے انسان پیدا ہوئے۔

ایک تخلیق تھی کراماتی　　نسل انسان کی نباتاتی
ایک پودے سے پھل گئے انسان　　پہلا جوڑہ تھا میشٓی اور مشیآن

شنٹوازم مظاہر پرستوں کا مذہب ہے۔اس کے مطابق یہ کائنات خود ہی خدا ہے۔چاند اور سورج اس کی دو آنکھیں ہیں۔ان آنکھوں سے ٹپکنے والے آنسوؤں سے ہی سمندروں کی تشکیل ہوئی جن سے زمین کا جزیرہ ابھرا اور یہاں زندگی پیدا ہوئی۔

مظاہر پرستوں کا ہے فلسفہ　　کہ فطرت ہے خود آپ اپنا خدا

تورات، زبور اور انجیل کے مطابق کائنات کی تخلیق اللہ تعالیٰ نے چھ دنوں میں مکمل کی اور ساتویں دن آرام کیا۔پہلے دن اس نے پانی کو پیدا کیا، دوسرے دن فضا اور زمین کو، تیسرے دن نباتات کو، چوتھے دن چاند، سورج اور ستاروں کو، پانچویں دن جانوروں کو اور چھٹے دن انسان کو پیدا کر کے تخلیق کا کام مکمل کیا اور ساتویں دن اس نے آرام کیا۔

تدبر بھرا کائناتی نظام　　مکمل ہوا 'چھ دنوں' میں یہ کام
ملی ساتویں دن فراغت اسے　　کچھ آرام کرنے کی مہلت اسے

دنیا میں جتنے مذاہب ہیں اسلم بدر نے انہیں تین قسموں میں بانٹا ہے۔ایک وہ جن کی بنیاد خالص توحید پر قائم ہے، دوسری وہ جن کی بنیاد الحاد پر قائم ہے اور تیسری وہ جو شرک کے حامی ہیں اور بیک وقت کئی خداؤں کی پرستش کرتے ہیں۔

ذرا غور سے ان پہ ڈالیں نظر　　انہیں تین قسموں میں بانٹیں اگر
تو اک قسم 'ایمانِ توحیدِ ذات'　　ہے جس میں خدا خالق کائنات
دوئم قسم پیغامِ الحاد ہے　　کہ نفیِ خدا جس کی بنیاد ہے
ہے قسمِ سوئم شرکِ پروردگار　　ہے جس میں خدا اک نہیں بے شمار

سائنس نے کائنات کی تخلیق سے متعلق Big Bang Theory پیش کی جس کے مطابق کائنات کبھی ایک نہایت ہی ننھے سے نقطے میں سمٹی ہوئی تھی۔یہ نقطہ دراصل توانائیوں کا جمود تھا۔آج سے تقریباً دس ارب سال قبل کسی وقت یہ نقطہ اچانک ایک زبردست دھماکے سے پھٹ پڑا۔دھماکے کے پہلے سیکنڈ کے سوویں حصے میں توانائی کے ایک چھوٹے سے حصے نے مادے کی شکل اختیار کر لی۔پہلے کوارک پیدا ہوئے پھر ان کے اجتماع سے الیکٹران، پروٹان اور نیوٹران بنے اور پھر انہوں نے ایٹم کی تخلیق کی۔اور دھماکے کے ۳۵ ویں منٹ میں ایٹموں نے آپس میں مل کر عناصر کا ایک

جہاں بسا ڈالا اور کائنات کی تخلیق کا کام بڑی تیزی سے انجام پانے لگا۔اسلم بدر نے اپنی مثنوی کے ایک باب 'سائنس اور تخلیق کائنات' میں Big Bang Theory کو اس خوبی کے ساتھ نظم کے سانچے میں ڈھالا ہے کہ بے ساختہ زبان سے واہ نکل جاتی ہے:

غرض یہ کہ اصلِ زمان و مکان　　پروٹان الیکٹران اور نیوٹران
یہی برق پارے ہیں اجناسِ خام　　انہیں سے بنا کائناتی نظام

مادیت پرستوں نے خدا کے وجود سے انکار کرتے ہوئے مادے کو ازلی مان لیا:

ازل سے خدا کو ہی کیوں مان لیں　　خدائی کے کیوں اتنے احسان لیں
نہ کیوں مان لیں مادے کا وجود　　ازل میں رہا جس پہ طاری جمود
اسی مادے سے بنی کائنات　　اسی سے نمو پا رہی ہے حیات

غرض خدا کی ذات کو لے کر انسان نے جس قدر ذہنی گھوڑے دوڑائے اتنے ہی عجیب وغریب نظریات اس نے قائم کیا۔ بس ''کا تا اور لے دوڑی'' والا معاملہ تھا۔جس نے بھی اس معاملے میں تھوڑی بہت ذہنی جمناسٹک کر ڈالی وہ ایک نئے نظریے کا خالق بن بیٹھا۔دنیا کے زیادہ تر مذاہب اسی ذہنی گھڑ دوڑ کا نتیجہ ہیں۔افلاطون،سقراط،کنفیوشش،زینو،فیثا غورث،ارسطو،دیکارت،مارکس،فلاطینوس،اپی کیورس،ڈارون، لیمارک،ہیوم،کانٹ،ہیگل،نیطشے اور سارترے جیسے نہ جانے کتنے فلسفی گذرے ہیں جنہوں نے خدا،کائنات اور حیات سے متعلق غور کیا اور اپنے اپنے نظریات کی اشاعت کی۔اسلم بدر نے ''کن فیکون'' میں ان فلسفیوں کے نظریات کو بڑے اچھے انداز میں نظم کیا ہے۔چند اشعار میں کسی فلسفے کو بخوبی سمجھا دینا واقعی بہت بڑی بات ہے جسے اسلم بدر نے کر دکھایا ہے۔آخر میں وہ یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ:

ہیں اب بھی تہی علم کے سب ایاغ　　قیاسات میں گم ہیں سارے دماغ
حقیقت، جہالت کو جانا گیا　　عدم علم کا علم مانا گیا
خدا سب کا احساس ذاتی ہوا　　عقیدہ یہ اندھوں کا ہاتھی ہوا

خدا،حیات اور کائنات سے متعلق تمام مذاہب کے نظریات وعقائد کا ذکر کرنے کے بعد اسلم بدر آخر کار اسلامی نظریہ بیان کرتے ہیں۔لیکن کسی مبصر کے طور پر نہیں بلکہ صرف ایک راوی کے طور پر۔بھلا یا برا کا فیصلہ انہوں نے قاری پر چھوڑ دیا ہے۔

اسلامی نظریۂ تخلیق کے مطابق اللہ تعالیٰ کی ذات ازل سے موجود ہے۔اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔نہ زماں تھا نہ مکاں تھا۔ایسے میں اللہ تعالیٰ نے جب کارخانۂ کائنات کو پیدا کرنا چاہا تو:

اک آوازِ کن بے صدا گونج اٹھی　　مکاں تھرتھرایا فضا گونج اٹھی
دھڑکنے لگا سینۂ شش جہات　　پھڑکنے لگی نبض کل کائنات
دھوئیں جیسے مخلوط حالات سے　　دھندلکے کے معدوم ذرات سے
بنائے گئے تہہ بہ تہہ آسماں　　بچھائے گئے سات رستے جہاں
کیا بے ستوں آسماں کو بلند　　مگر ڈال دی غیرمرئی کمند

یہاں کائناتی کشش کے لئے ''غیر مرئی کمند'' کا استعمال اتنا خوبصورت ہے کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔پوری مثنوی میں اسلم بدر نے اس قسم کے بے شمار اصطلاحات وضع کئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو پیدا فرمانے کے بعد ستارے بنائے،سورج اور چاند کو پیدا فرمایا۔زمین کی تخلیق کی۔پھر یہاں دن اور رات کا نظام

قائم کیا۔سمندر بنائے۔ پہاڑوں کو میخوں کے طور پر گاڑ دیا۔پھر اس نے آسمان سے پانی اتارا۔سمندروں کو جل تھل کیا۔دریاؤں کو روانی بخشی اور پیاسی دھرتی کو سیراب کیا۔پھر اس دھرتی پر پیڑ پودے اگائے۔ بھانت بھانت کے جانور پیدا کئے۔ جب زمین پوری طرح سج گئی تو اس نے انسان کو پیدا کرنے کا فیصلہ کیا:

فضائے زمیں کو بنانے کے بعد — بہر طور اس کو سجانے کے بعد
ارادہ کیا تب مکیں کے لئے — بنے وارث ایسا زمیں کے لئے
جو افضل ہو اشرف ہو اعلیٰ بھی ہو — دگر خلقتوں سے نرالا بھی ہو

اور اس طرح تخلیق کا یہ کام کُل چھ دنوں میں مکمل ہوا۔یہاں ایک دن سے مراد ۲۴ گھنٹوں پر مشتمل ایک دن نہیں بلکہ نہ جانے کتنی صدیوں پر محیط ایک طویل وقفہ ہے۔

یہ ہیں تین درجاتِ تخلیق عام — مکمل ہوا چھ دنوں میں یہ کام

قرآن مجید میں جگہ جگہ انسان کو دعوتِ فکر دی گئی ہے کہ زمین و آسمان کی بناوٹ پر غور کرو، چاند و سورج کی گردشوں پر غور کرو، جانوروں اور پودوں کی بناوٹ پر غور کرو، اس بات پر غور کرو کہ اللہ تعالیٰ کس طرح جانداروں سے غیر جاندار اور غیر جانداروں سے جاندار کو پیدا کرتا ہے۔ان سب میں خدا کی نشانیاں پنہاں ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت کی نشانیاں پوری کائنات میں پھیلا رکھی ہیں۔یہ نشانیاں ہمہ وقت ہمارے اردگرد موجود رہتی ہیں، بس انہیں دیکھنے والی آنکھ چاہیئے۔قرآن میں ایسی بہت سی نشانیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے تاکہ انسان ان سے ہدایت پا سکے:

یہ کھولے جہاں کی حقیقت کا راز — اشارے کنائے میں فطرت کا راز
ہے جتنا شعور ایک انسان کو — وہ سمجھے گا اتنا ہی قرآن کو
بس اتنا ہی دے روشنی یہ چراغ — ہوں جتنے کھلے خانہ ہائے دماغ

مثنوی کے باب ''کائنات...جسامت، وسعت، حقیقت''میں اسلم بدر نے قاری کو عظیم کائنات کی وسعتوں کا احساس کروانے کی کوشش کی ہے۔سورج کتنا بڑا ہے۔ہماری کہکشاں ایسے ایک ارب سے بھی زیادہ سورجوں (ستاروں) پر مشتمل ہے اور پھر آگے ایسی ایسی اربوں کہکشائیں ہیں وغیرہ۔ایک باب میں انہوں نے اثیر (Ether) کا بھی ذکر کیا ہے۔قیامت کب آئے گی اور کیسے آئے گی یہ تو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، لیکن سائنس میں بھی قیامت کی گنجائش موجود ہے۔ہماری یہ کائنات جو اپنی تخلیق کے بعد سے اب تک برابر پھیلتی ہی جا رہی ہے، ایک وقت آئے گا جب اس کی رفتار پر کشش غالب آجائے گی اور یہ واپس سکڑنی شروع ہوگی اور نتیجۃً Big Crunch کی صورت میں ظاہر ہوگا۔بالکل ایسا لگے گا جیسے Big Bang کی فلم کو الٹا چلا دیا گیا ہو۔اسی سلسلے کی دوسری کڑی اصولِ ناکارگی ہے۔توانائی کے مسلسل انحطاط کا اختتام آخرکار ایک دن کائنات کے خاتمے پر ہوگا۔یہ تمام سائنسی نکتے اس مہارت کے ساتھ شاعری کے دھاگے میں پروئے گئے ہیں کہ قاری کو لگتا ہے کہ وہ فزکس کی کوئی منظوم کتاب پڑھ رہا ہے۔

مثنوی کے اصول کے مطابق اسلم بدر نے اس کا خاتمہ بھی بڑے اچھے انداز میں کیا ہے۔چونکہ پوری مثنوی کا موضوعِ بحث خالق کائنات کی ذات ہے۔اس لئے آخر میں وہ خالقِ کائنات سے متعلق اپنا خیال پیش کرتے ہیں۔'اللہ' نامی اس باب میں وہ ربِ کائنات کی ذات وصفات کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اب اسلم زیادہ صفائی نہ دے — خدا ہر طرف ہے دکھائی نہ دے

اب اگر خدا ہر طرف موجود ہے اور دکھائی بھی نہیں دیتا تو ہم اسے کیسے پہچانیں گے۔یہی وہ الجھن ہے جس نے دنیا کے بڑے بڑے فلسفیوں اور سائنسدانوں کو عقلی گھوڑے دوڑانے پر مجبور کیا۔اسلم بدر اپنی کتاب کے آخری باب'' مَن عَرَفَ نَفسَهُ فَقَد عَرَفَ رَبَّهُ ''میں بالکل صاف اور

سیدھا حل پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ یہ ایک نہایت ہی خوبصورت نظم ہے۔ جس میں مثنوی کی روایات سے بغاوت کرتے ہوئے مصرعوں میں ارکان کی تعداد کو تبدیل کیا گیا ہے۔ خود اسلم بدر اس نظم کے بارے میں کہتے ہیں ''مثنوی میں بحروں کی قید سے ذرا ہٹ کر اس تجربے سے مجھے مثنوی کے امکانات روشن نظر آتے ہیں۔''

اس کتاب کی ایک اور اہم خوبی اس میں شامل خوبصورت رنگین تصاویر ہیں جو مختلف ابواب میں شامل ہیں اور موضوع کی مزید وضاحت کرتی ہیں۔ یہ تصاویر کسی اور کی نہیں خود اسلم بدر کے Graphics designing کی شہکار ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ 'کن فیکون' اسلم بدر کی ایک اچھی کوشش ہے جس میں وہ پوری طرح کامیاب ہیں اور کتاب باذوق قارئین کو پسند آئے گی۔

خورشید اقبال

۱۲؍مارچ ۲۰۰۵ء

Khurshid Eqbal
Galaxy Apartments, Flat No. 303
B. L. No. 5, H. No. 5,
Kankinara, North 24 Parganas
WB, 743126
India.